دوسرا سشن ۲۴ر اکتوبر کو شروع اور ۲۷ر کو ختم ہوگا۔ اور "تحدید اوائل الشہور القمریہ" کا موضوع دوسرے سشن کے لئے ہی رکھا گیا ہے اور چونکہ یہ دوسرا سشن مجمع البحوث الاسلامیہ کے ممبروں کے لئے مخصوص ہے مندوبین اُس میں شریک نہیں ہو سکتے تھے اس بنا پر میرے لئے اس مقالہ کو پڑھ کر سُنانے اور اس بحث میں حصہ لینے کا کوئی موقع نہیں تھا بہرحال مقالہ کی ایک ٹائپ کاپی میں نے مجمع البحوث الاسلامیہ کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد حب اللہ کو دیدی تھی۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ یہ مقالہ پڑھوا کر سنا جائے گا اور اس پر بحث بھی ہوگی! مجمع البحوث الاسلامیہ کے موجودہ معمول کے مطابق یہ بحث آئندہ سال مؤتمر میں مندوبین کے سامنے بھی آئے گی اور اس کے بعد ہی اس مسئلہ پر مؤتمر کی طرف سے کوئی قرارداد بھی منظور ہوگی، امسال مؤتمر میں جو مقالات ومناقشات ہوئے اُن کا مختصر تذکرہ آئندہ اشاعت میں ہوگا۔

ہندوستانی وفد کے دوسرے ممبروں یعنی پروفیسر عبدالمعید خاں (حیدر آباد) پرنسپل عبدالوہاب بخاری (مدراس) مسٹر مصطفیٰ فقیہ (بمبئی) ڈاکٹر محمد اقبال انصاری (علی گڈھ) اور محمد اسلام الدین صاحب ازہری (آسام) کی معیت میں ۲۹ر اور ۳۰ر ستمبر کی درمیانی شب میں دلّی سے روانگی ہوئی تھی۔ ۳۰ر کی شام کو ہم لوگ قاہرہ پہونچ گئے۔ مؤتمر ۱۱ر کو ختم ہوگئی تھی اور ہمارے ساتھی ۱۳ر کی شب میں واپس ہو گئے تھے، لیکن مجھے اور انصاری صاحب کو اپنے اپنے ذاتی کاموں کی وجہ سے کچھ دن مزید وہاں قیام کرنا پڑا۔ آخر ۲۳ر اکتوبر کی صبح کو جب ہم دونوں دلّی پہونچے اور وہاں دیوبند کے حادثۂ فاجعہ کا جو ۱۴ر اکتوبر کو پیش آیا تھا، علم ہوا تو کہا نہیں جا سکتا کہ کس درجہ صدمہ اور قلق ہوا۔ واقعہ مدرسہ سے دُور شہر میں جلسہ گاہ کے اندر پیش آیا تھا لیکن اُس کے شعلے اس زور سے بھڑکے کہ پورا دارالعلوم لپیٹ میں آگیا اور ان شعلوں نے ایک عظیم اسلامی درسگاہ کی روایات اور اُس کی عزت و وقار کو بھسم کر کے رکھ دیا! اناللہ وانا الیہ راجعون۔

لمثل ھٰذا یذوب القلب من کمدٍ ۔ ان کان فی القلب اسلامٌ و ایمانٌ

آج ہمارے ملک میں کیا نہیں ہو رہا ہے؟ توڑ پھوڑ، حرق و ضرب، سب و شتم اور مظاہرہ و مکابرہ طلبا کے روزمرہ کے مشاغل بن گئے ہیں، ڈسپلن بالکل مفقود ہے اور تعلیم کا ستیاناس ہو رہا ہے، جن حضرات کے دل میں مذہب اور اُس کے روحانی و اخلاقی قدروں کی قدر و منزلت ہے وہ کہتے ہیں کہ یونیورسٹیوں میں ان ہنگاموں کی وجہ بجز اس کے کچھ اور نہیں ہے کہ یونیورسٹیوں کا ماحول مذہبی طرز فکر اور اخلاقی ذمہ داریوں کے احساس سے بالکل بیگانہ ہو گیا ہے اور اس بنا پر اب نہ طبیعتوں میں سلامتی ہے اور نہ جذبات پر قابو رکھنے کا وہ حوصلہ ہے جو سماج میں نظم و نسق کو

قائم رکھنے کا متکفل ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ بات تعلیم دینوی کی درسگاہوں کے متعلق صحیح ہے تو پھر اُس درسگاہ کی نسبت آپ کیا فرمائیں گے جہاں کا اوڑھنا بچھونا ذکر اور فکر جو کچھ بھی ہے مذہب اور اُس کی تعلیمات ہی ہیں، یہ صحیح ہے کہ جب کبھی یہاں یا وہاں اِس قسم کا کوئی ناگوار اور افسوسناک واقعہ پیش آتا ہے تو فتنہ انگیزی کرنے والے ہمیشہ چند ہی افراد ہوتے ہیں لیکن اس کے نتائج کا خمیازہ اُس اکثریت کو بھی بھگتنا پڑتا ہے جس کا اس فتنہ انگیزی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور یہی قانونِ فطرت بھی ہے، اکثریت کو سزا اس جرم کی ملتی ہے کہ اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر کے فتنہ کا سدباب کرنا چاہیے تھا۔ لیکن انھوں نے کوئی مقاومت نہیں کی اور کھڑے تماشہ دیکھتے رہے۔ چنانچہ دیوبند میں جو کچھ ہوا —— اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بہت ہی بُرا ہوا —— وہ ظاہر ہے چند افراد کا ہی کارنامہ ہو سکتا ہے لیکن بدنام پورا دارالعلوم ہو رہا ہے۔

واقعہ کی تفصیلات کیا ہیں؟ یہ کیوں پیش آیا؟ اُس کے اسباب و دواعی کیا تھے؟ اور اُس کے ذمہ دار کون لوگ ہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے متعلق کوئی بات وثوق کے ساتھ اُس وقت تک نہیں کہی جا سکتی جب تک خود مدرسہ کی کسی ذمہ دار کمیٹی کی تحقیقاتی رپورٹ سامنے نہ آجائے، اس لئے ہم سردست اس بارہ میں کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ البتہ جو کچھ ہوا وہ انتہائی شرمناک اور بدرجہ لائقِ مذمت ہے، اور ساتھ ہی اُن لوگوں کی روش سخت افسوسناک ہے، جنھوں نے اس واقعہ کو اپنی جماعت کے وقار اور پریسٹیج کا سوال بنا لیا ہے۔ ان کو اس سے کوئی واسطہ نہیں کہ اسلام کی تعلیمات کیا ہیں؟ دارالعلوم کی روایات کس بات کی متقاضی ہیں؟ ایک مردِ مومن کا فرض اللہ اور اُس کے رسول کے سامنے کیا ہے؟ انھیں اگر غرض ہے تو صرف اس سے کہ اُن کی جماعت پر آنچ نہ آئے اور اُن کا بھرم قائم رہے!

" وائے گر در پسِ امروز بود فردائے "

قاہرہ سے واپسی پر دوسری اندوہناک خبر اپنے عزیز دوست ڈاکٹر عبدالبصیر خان کی وفاتِ حسرت آیات کی سُنی جو پہلی خبر سے کم دلدوز نہیں تھی، موصوف اپنے مضمون (ZOOLOGY) میں بین الاقوامی شہرت کے مالک تھے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اپنے شعبہ کے صدر اور پروفیسر تھے، پرو وائس چانسلر بھی رہ چکے تھے، طبعاً نہایت شریف تھے اور خاموش انسان تھے، مرنا ہر ایک کو ہے لیکن اُن کی وفات جن حالات میں ہوئی ہے وہ صدمہ صبر آزما تھے، اس لئے ہمیں امید بلکہ ذرا شبہ نہیں کہ اُن کی موت صرف موت نہیں بلکہ شہادت ہے، اللہ تعالیٰ انھیں صدیقین و شہداء کا مقام عطا فرمائے اور